مسئلہ سوات اور نفاذِ اسلام

وادیٔ سوات، صوبہ سرحد کے وسیع وعریض علاقے پر مشتمل، ایک سرسبز وشاداب اور حسین وجمیل سرزمین کا نام ہے۔ یہ عجائب زار اور جنت مثل قطعۂ اراضی، سیر وسیاحت کیلئے نہایت موزوں مقام ہے، یہی وجہ ہے کہ ہر سال موسم گرما میں، ہزاروں سیاح قدرتی مناظر کا نظارۂ جمال کرنے یہاں آتے رہتے ہیں۔ لیکن چند ماہ سے سوات کا آسمان آگ برسا رہا اور زمین شعلے اُگل رہی ہے۔ آتش وآہن کی اس بارش نے جنت نظیر وادی کو تاخت وتاراج کر کے جہنم زار بنا چھوڑا ہے۔ پاک فوج بڑے 'جوش وجذبے' سے اپنی عسکری مہارت کا مظاہرہ کر رہی ہے۔ جس مجاہد فورس کو سرحدوں پر دُشمنانِ دین ووطن سے برسر پیکار ہونا چاہئے تھا، اُس نے اپنے ہی ملک میں ایک نیا محاذ کھول رکھا ہے اور وہ اپنا ہی گریبان چاک کرنے میں مصروفِ کار ہے۔ کیا یہ وہی فوج نہیں جس کا شعار جہاد فی سبیل اللہ ہوا کرتا تھا اور ماضی میں جس کی کمان سیف اللہ ایسے طاغوت شکن مجاہد کر چکے ہیں؟ غور کا مقام ہے کہ کہیں شاہینوں کے نشیمن میں کرگس تو نہیں گھس آئے جو اپنوں کو نشانۂ مشق بنا کر، دُشمن سے مقابلے کی تیاری کر رہے ہوں؟ شاید ہم اتنا بھی شعور نہیں رکھتے کہ دشمن کی اصل طاقت دوستوں کی جدائی میں ہے۔

ابھی تو شہدائے لال مسجد کا خون اپنے دھبے بھی نہیں مٹا پایا تھا، مقتولین جامعہ حفصہ کی ہڈیاں اپنی سوختہ سامانی کا رونا رو رہی تھیں کہ سواتی مسلمانوں کا ستارۂ تقدیر گردش کرنے لگا ہے۔ ان قبائلیوں کا جرم کیا ہے؟ اُنہوں نے کون سے سی ڈی سنٹرز جلائے ہیں؟ کن آنٹی شمیم کو زبردستی کلمہ پڑھایا ہے؟ کتنے سپاہیوں کو گرفتار کیا ہے؟ کس لائبریری پر قبضہ جمایا ہے؟ کس سرکاری عمارت کو آگ لگائی ہے؟ کون سے چینی باشندے اغوا کئے ہیں؟ کس حکومتی رِٹ کو چیلنج کیا ہے؟ اور کس قدر ناجائز اسلحہ کے انبار لگا رکھے ہیں؟ اگر ان میں سے کچھ بھی نہیں کیا اور واقعی کچھ نہیں کیا تو آخر کون سے ناقابل معافی جرم کی پاداش میں سوات، ملکِ پاکستان کا عضوِ نیم بن کر رہ گیا ہے؟ کیا صرف نفاذِ اسلام کا مطالبہ ہی ایسی سنگین غلطی ہے کہ جس کے ارتکاب میں، اپنے ہی ملک کے باشندے غیر ملکی قرار پاتے ہیں؟ طالبان کے نام پر اسلام پسند پاکستانیوں کے قتل عام کا سلسلہ کب تک جاری رہے گا اور حکام کی نگاہِ موہومہ کو، چشم بینا کا سا ادراک کب نصیب ہوگا؟ الٰہی! یہ طالبان بھی تیری عجیب مخلوق ہیں کہ سمٹنے پر آئیں تو کابل وقندہار کی سرنگوں میں محدود ہو جائیں اور پھیلنا چاہیں تو امریکہ ویورپ کے ایوانوں تک جا پہنچیں۔ نادیدہ ایسے کہ تلاشِ بسیار کے باوجود، دُنیا کی خورد بینی آنکھ بھی انہیں نہ دیکھ سکی اور دیدہ اتنے کہ بلا ادنیٰ تامل کے، ہر باریش پاکستانی پر طالبان ہونے کا گمان گزرنے لگے۔ یالَلعجب!

قارئین کرام! اس سے تو کسی کو مفر نہیں کہ پاکستان اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آیا تھا لیکن یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ حکامِ بالا نے نفاذِ اسلام میں کبھی خلوص کا ثبوت نہیں دیا اور نفاق نے ہمیشہ خلوص پر غلبہ پایا ہے۔ عجب تو یہ ہے کہ چھ دہائیوں کے بعد بھی ہمارے سیاستدان اسلام کی حیرت انگیز طاقت کو آزمانے کی کوشش نہیں کر رہے، یہی وجہ ہے کہ ملک گوناگوں مسائل سے دوچار ہے۔ یہاں بدامنی ہے، بے روزگاری ہے، غنڈہ گردی

ہے، چور بازاری ہے، رشوت ستانی ہے، سود خوری ہے، دھوکہ دہی ہے، مفاد پرستی ہے، فریب کاری ہے۔ ان تمام مسائل کا واحد اور بہترین حل نفاذِ اسلام میں ہے، لیکن افسوس کہ اس حل کو بہانے بہانے سے ٹالا جا تا رہا ہے، پہلا عذر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ پاکستان میں کئی ایک مکاتبِ فکر ہیں اور ہر مکتبۂ خیال اپنی تعبیراتِ دین کو اسلام سے موسوم کرتا ہے لہٰذا اگر ملک میں نافذ کیا جائے تو کون سا اسلام نافذ کیا جائے؟ دوسرا عذر یہ پیش کیا جاتا ہے کہ پاکستان کے عوام، زیادہ تر دین بیزار ہیں اور اجتماعی سطح پر، مذہب کی عائد کردہ پابندیاں، اکثر ذہنوں پر ناگوار گزریں گی اور باسیانِ پاک وطن کی ذہنی زمین اتنی زرخیز نہیں ہے کہ ان میں اسلام کا پودا نشو ونما پا سکے۔

اس کا صاف سیدھا جواب یہ ہے کہ ہمارے پاس وہ بائیس نکاتی فارمولا موجود ہے جس کو تمام مکاتبِ فکر کے ۳۱ رعلمائے کرام نے پاس کیا تھا جن میں اہلِ حدیث بھی تھے، دیو بندی بھی تھے، بریلوی بھی تھے اور اہلِ تشیع بھی تھے۔ اگر اس قرار داد کے مطابق اسلام کو نافذ کر دیا جائے تو کسی مسلک کے کسی شخص کو اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ رہی بات عوام کی پسند و ناپسند کی۔ تو اوّلاً نفاذِ اسلام میں اس پسند و ناپسند کا کوئی اعتبار نہیں کیا جائے گا کیونکہ جب دین کو نازل کرنے والا اللہ، شخصی آرا کے بغیر واحد معبود ہے اور شریعت لانے والا پیغمبر، عوامی صوابدید پر پیغمبر نہیں بنا تو دین و شریعت کے نفاذ میں لوگوں کی اکثریت سدِراہ کیونکر بن سکتی ہے؟ مقامِ حیرت واستعجاب ہے کہ عوام کی اکثریت بلکہ اجتماعیت خود کو مسلمان بھی کہتی ہے اور دین میں پورے طور پر داخل ہونے کو تیار بھی نہیں۔

پسند و ناپسند کے خلاف ہماری دوسری حجت یہ ہے کہ آج فردِ واحد ملک کے سیاہ و سپید کا مالک بنا بیٹھا ہے۔ پوری قوم سراپا احتجاج ہے، میڈیا پر پابندیاں لگا دی گئی ہیں، ہونٹوں پر پہرے بٹھا دیئے گئے ہیں، زبانوں پر قدغنیں عائد کر دی گئیں ہیں اور فرمانِ شاہی جاری ہوا ہے کہ جو لوگ نعرہ ہائے آزادی لگائیں وہ اُچک لئے جائیں، جو لبوں کو جنبش دیں وہ پسِ دیوارِ زنداں پھینک دیئے جائیں اور جو زبانوں کو حرکت میں لائیں وہ پابندِ سلاسل کر دیئے جائیں، اب بھلا کون چاہتا ہے کہ چوکیدار اور ملازم گھر کا مالک بن بیٹھے؟ کون پسند کرتا ہے کہ اس کا لختِ جگر دن دیہاڑے غائب کر دیا جائے؟ کون خوش ہوتا ہے کہ وہ لاٹھی چارج میں سر بازار رسوا ہو؟ کون کہتا ہے کہ ملک کا آئین و قانون معطل ہو؟ کس کی آرزو ہے کہ قومی ہیرو مجرم قرار پائیں۔ اس سب کچھ کے باوجود آمرِ مطلق جو چاہتا ہے، جب چاہتا ہے کر گزرتا ہے اور اس کو عوام کے نازک جذبات کا احساس تک نہیں ہو پاتا اور رائے عامہ اس کے دامن سے نہیں اُلجھ سکتی تو قانونِ الٰہی کے نفاذ میں یہ جذبۂ فسوں کار، حکام کی زنجیر پا کیوں بن جاتا ہے؟ لہٰذا جو سختی اسلامی نظام میں مانع تصور کی جاتی ہے اس کو ہنگامی حالت میں کیوں کر روا رکھا جاتا ہے؟ اور اگر ہنگامی حالت میں ایک سختی کا جواز پیدا ہو جاتا ہے تو نفاذِ اسلام میں اس کی اجازت کیوں نہیں دی جا سکتی؟ کیا صرف اس لیے کہ ایک فردِ واحد کی نفسانی اختراع ہے اور دوسرا اللہ تعالیٰ کا الہامی دین ہے۔ ھذا شيء عجاب

یار لوگ کہتے ہیں کہ مستقبل قریب میں پاکستانی اُفق پر نفاذِ اسلام کے آثار دور تک دکھائی نہیں دیتے کیونکہ پاکستان کی دسیوں سیاسی جماعتیں اپنی اپنی ترجیحات پر کاربند ہیں۔ حتیٰ کہ نفاذِ اسلام کی نمائندہ جماعت متحدہ مجلس عمل بھی اپنے موقف کی دوٹوک ترجمانی نہیں کر سکی ہے۔ لہٰذا اب ملک میں نفاذِ اسلام کا مطالبہ ایک پیچیدہ معاملہ بن کر رہ

گیا ہے اور اس کی حقیقت خوابِ پریشاں سے زیادہ کچھ نہیں۔ ہم عرض کریں کہ اگر اسلام واقعی دینِ حق ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک جامع نظامِ حیات ہے تو اسلامیانِ پاکستان کو یہ الہامی دستور اپنے ملک میں، بہرحال نافذ کرنا پڑے گا اور اگر اس راہ میں اس قدر مشکلات درپیش ہیں کہ یہ عمل قریب قریب ناممکن بن گیا ہے تو یا وہ مسلمان، مسلمان نہیں یا وہ پاکستان، پاکستان نہیں۔ آخر جو شخص اسلام کو مکمل ضابطۂ حیات تسلیم کرنے سے انکاری ہے وہ اس کا دامن چھوڑ کیوں نہیں دیتا؟ اور جو زمین اسلامی نظام کو قبول کرنے سے اِبا کرتی ہے وہ آخر پاک کہلوانے پر مصر کیوں ہے؟ یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور قوم سے بدعہدی ہے کہ حکامِ بالا پاکستان سے محبت کا دعویٰ تو کرتے ہیں لیکن اسلام کا نام سن کر چیں بہ چیں ہو جاتے ہیں۔ شاید وہ نہیں جانتے کہ اس ملک کی تقدیر اسلام کے ساتھ معلق ہے اور جب تک اسلام اپنی حقیقی شکل میں نافذ نہیں کر دیا جاتا، اس ملک کی ترقی و استحکام کا کوئی خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوسکتا۔!

(آصف جاوید، متعلّم ثالثۃ کلیۃ القرآن)

☆ ...... ☆ ...... ☆

وارثانِ نبوت ...... أهلًا وَسهلًا وَمَرحبًا

ہر شخص کی یہ سوچ اور فکر ہوتی ہے کہ وہ اپنی زندگی کو کامیاب کیسے بنا سکتا ہے۔ وہ غور کرتا ہے، منصوبے بناتا ہے کہ کس طرح اپنا وقار بحال کرے؟ اگر اس کی سوچ کا محور ٹھیک ہو تو وہ مروِ انجم سے بلند ہو جاتا ہے، اور اگر معاملہ برعکس ہو تو راندۂ دَرگاہ ہو جاتا ہے۔ مادیت پرستی کے اس دَور میں صحیح راہ کا تعین کرنا سب سے مشکل کام ہے۔ اگر کوئی یہ گھاٹی سر کر لیتا ہے تو پھر اس پر صبر و دَوام بہت بڑا امتحان ہے۔ جو ان سب طوفانوں کو عبور کر لیتا ہے وہ شمعِ محفل اور خوشبو گلستان بن جاتا ہے۔

وہ مشکل ہدف کیا ہے؟ وہ کامیابی کس چیز کا نام ہے؟ اگر ذرا غور کریں تو دو طرح کی کامیابیاں اور مقاصد ہمارے لئے نظریں فرشِ راہ کئے ہوتے ہیں جن کی ضوفشانیاں ہماری آنکھوں کو خیرہ کر دیتی ہیں: ایک ظاہری کامیابی اور دوسری اُخروی کامرانی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے خواہشمند ہیں وہ اپنے قلوب و اذہان کی تطہیر کیلئے ایسی منزل کا تعین کرتے ہیں جو ان کی حقیقی فوز و فلاح کی ذمہ دار ہو۔ وہ منزل صرف اور صرف یہ درسگاہیں ہیں کہ تشنگانِ علم اپنی علمی پیاس بجھانے کیلئے ان کا رُخ کرتے ہیں اور تعلیم و تربیت کا حظِ وافر حاصل کرنے کے بعد، یہ نوخیز اور نو وارد طالبانِ علم پختہ کار اور زیرک علما بن کر معاشرے کی اصلاح و فلاح کا بیڑا اُٹھا لیتے ہیں۔

جب میں ان ہستیوں کو اپنے تصور میں لاتا ہوں تو عجیب خیالات ذہن میں گردش کرتے ہیں کہ یہ کون لوگ ہیں جنھوں نے اپنے گھروں کو خیر آباد کہا، اَقارب سے دور ہوئے، یارانِ محفل کو داغِ مفارقت دی، حسین منصوبوں اور خوشیوں کو رَد کر ڈالا، اپنے ذہن کو باطل تصورات سے پاک کر کے اس پرخار راہ کے راہی بنے۔ آخر کیوں؟ ان کا مقصد کیا ہے؟ جب غور کرتا ہوں، ماضی حال کی کڑیاں ملاتا ہوں تو یہ سمجھ آتا ہے کہ معاشرے کی فریب کاریاں ان کا مطمع نظر نہیں، دُنیا کی